باب ۱۲

مکی دَور کے آخری تین سال

اِس سے پہلے ہم حضورؐ کے سفرِ طائف کا ذکر کر چکے ہیں جو سنہ ۱۰ بعدِ بعثت کے اواخر میں پیش آیا تھا۔ اُس تجربے نے آپؐ کو یہ بتا دیا کہ جس طرح قریش سے اب کسی بھلائی کی توقع نہیں ہے، اسی طرح بنی ثقیف سے بھی یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کرنا تو درکنار، اُسے برداشت ہی کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ بلکہ طائف میں جو ظلم آپ پر ہوا، وہ دس سال کے طویل دورِ کشمکش میں کبھی ایک دن بھی مکے میں نہ ہوا تھا۔ اس طرح مکے اور طائف کے لوگوں سے مایوس ہو کر آپ نے عرب کے دوسرے قبائل کی طرف توجہ فرمائی جو عُکاظ، مَجَنّہ اور ذُوالمَجاز کے میلوں میں، اور حج کے موقع پر منٰی میں جمع ہوتے تھے۔ اگرچہ پہلے بھی دعوتِ عام کے لیے آپ اِن اجتماعات میں ہر قبیلے کے پڑاؤ پر تشریف لے جاتے رہے تھے۔ لیکن اُس وقت آپ کا مقصد صرف دعوت الی اللہ پیش کرنا تھا۔ لیکن اب آپؐ نے اللہ کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ساتھ قبائل کے اَشراف اور سرداروں سے مل کر یہ بھی کہنا شروع کیا کہ تم مجھے اپنی حمایت میں لے لو اور اِس دعوت کے کام میں میری مدد کرو، کیونکہ قریش نے مجھے اللہ کے پیغامات پہنچانے سے روک دیا ہے۔ موسیٰ بن عُقبہ نے امام زُہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مدینے کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے حضورؐ جس قبیلے سے بھی ملتے اس سے یہ فرماتے کہ "مجھے اپنے ہاں پناہ دو اور میری حمایت کرو تاکہ میں اپنے رب کا کلام پہنچاؤں"۔ اِن دَوروں میں ابوجہل اور ابولہب اور قریش کے دوسرے شیاطین برابر حضورؐ کے پیچھے لگے رہتے اور قبائل کو خبردار کرتے رہتے کہ وہ آپؐ کی بات نہ سُنیں، ورنہ گمراہ ہو جائیں گے۔ بسا اوقات یہ اشرار آپؐ کو پتھر بھی مارتے اور آپ پر خاک بھی پھینکتے تھے۔ مگر آپ کا کام جاری رہا۔ اِس کے علاوہ مکے میں باہر کے کسی علاقے سے جو بااثر لوگ عُمرہ و زیارت، یا کاروبار کے سلسلے میں آتے، ان سے بھی آپؐ ملاقات فرماتے اور ان کے سامنے

دین کی دعوت پیش کرنے کے ساتھ یہ بھی کہتے کہ تم اس تبلیغِ حق کے کام میں میری مدد کرو اور اپنے علاقے میں مجھے لے چلو۔

وہ قبائل جن سے آپؐ ملے
اِن دوروں کے سلسلے میں حضورؐ اکثر و بیشتر قبیلوں کے پاس گئے جن کی فہرست دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے مشرقی ساحل سے لے کر مغربی ساحل تک اور جنوب سے لے کر شمال تک، کوئی طاقتور اور بااثر قبیلہ ایسا نہ تھا جس سے آپؐ نے رابطہ قائم نہ کیا ہو۔ اُن میں خاص طور پر قابلِ ذکر قبائل یہ ہیں:۔

۱۔ کِندَہ ۔ جنوبی عرب کا ایک بڑا قبیلہ، حضرموت سے یمن تک اس کا علاقہ پھیلا ہوا تھا۔

۲۔ کَلب ۔ قُضاعہ کی ایک شاخ، جس کا علاقہ شمالی عرب میں دُومۃُ الجَندَل سے تبُوک تک وسیع تھا۔

۳۔ بنی بکر بن وائل ۔ یہ عرب کے بڑے لڑاکا قبیلوں میں شمار ہوتا تھا اور وسطِ عرب سے مشرقی ساحل تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ۳۳۰ء میں اس نے پہلی مرتبہ ایران کی حکومت سے ٹکر لی تھی، اور عہدِ رسالت میں اس کی پھر ایران سے لڑائی ہوئی جس میں ایرانی شکست کھا گئے۔ تاریخ میں یہ جنگ ذِی قار کے نام سے مشہور ہے۔

۴۔ بنی البَکّاء ۔ بنی عامر بن صَعصَعَہ کی ایک شاخ، جو مکہ اور سرحدِ عراق کے راستے پر آباد تھی۔

۵۔ ثَعلَبَہ بن عُکَابَہ ۔ بنی بکر بن وائل کی ایک شاخ۔

۶۔ بنی شَیبان بن ثَعلَبَہ ۔ بنی ثعلبہ بن عُکَابہ کی ایک شاخ۔

۷۔ بنی الحارِث بن کَعب ۔ بنی تَمیم کی ایک شاخ۔

۸۔ بنی حَنِیفہ ۔ بنی بکر بن وائل کی ایک شاخ جو یَمامہ میں رہتی تھی۔ مُسَیلِمہ کذاب اِسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جو فتنۂ ارتداد اُٹھا تھا اُس میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ سخت مقابلہ اِسی قبیلے سے پیش آیا تھا۔ اِس کا شمار عرب کے بڑے لڑاکا قبائل میں ہوتا تھا۔

۹۔ بنو سُلیم ۔ یہ قبائلِ قَیسِ عَیلان میں سے ایک بڑا قبیلہ تھا۔ اس کا مسکن خیبر کے قریب نجد کا بالائی علاقہ تھا، اور وادی القُریٰ اور تَیما تک یہ لوگ پھیلے ہوئے تھے۔

۱۰۔ بنی عامر بن صَعصَعَہ ۔ یہ ہَوازِن کی ایک شاخ تھی، اور ہوازن قیسِ عَیلان میں سے تھے۔ یہ لوگ نجد میں رہتے تھے، پھر طائف کے ایک حصّہ تک بھی پہنچ گئے۔ گرمیاں طائف میں اور سردیاں نجد

میں گزارتے تھے۔

۱۱۔ بنی عبس ۔ یہ قیسِ عیلان کی ایک شاخ بنی غطفان کا ایک بڑا ذیلی قبیلہ تھا ۔ نجد میں رہتا تھا اور بڑے لڑاکا قبائل میں شمار ہوتا تھا ۔ زمانۂ جاہلیت میں دوسرے قبیلوں سے ان کی لڑائیاں مدتوں چلتی رہیں جن میں سے داحس اور غبراء کے معرکے تاریخ میں مشہور ہیں۔

۱۲۔ بنی عُذرہ ۔ یہ بنی عبداللہ بن غطفان کی ایک شاخ تھی۔

۱۳۔ غسّان ۔ یہ جنوبی عرب کی ایک بڑی قوم تھی جو شمالی عرب میں جا کر بس گئی تھی ۔ اس میں بہت سے قبائل تھے جن میں سے کچھ عیسائی ہوگئے تھے اور کچھ مشرک تھے ۔ غسانیوں کی ایک ریاست بھی رومی سلطنت کی تابع تھی۔

۱۴۔ فزارہ ۔ یہ غطفان کے ذیلی قبائل میں سے ایک بڑا قبیلہ تھا ۔ نجد اور وادی القرٰی میں آباد تھا۔

۱۵۔ بنی عبداللہ ۔ یہ کلب کے ذیلی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔

۱۶۔ بنی محارب بن خصفہ ۔ یہ عدنانی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔

یہ ان بہت سے قبائل میں سے چند ہیں جن سے حضوؐر اپنے ان دوروں میں ملے ۔ یہ مختصر فہرست صرف یہ بتانے کے لیے درج کی گئی ہے کہ اپنی دعوت کے اس مرحلے میں حضوؐر چھانٹ چھانٹ کر ایسے قبائل کے پاس تشریف لے گئے تھے جو اپنی تعداد، اپنے مقام، اپنی جنگی قوت، اور دوسرے قبائل سے اپنے تعلق کی بنا پر ایسی حیثیت رکھتے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی آپؐ کی بات مان لیتا اور دعوتِ اسلام کی حمایت پر کمربستہ ہوجاتا تو اُمید کی جاسکتی تھی کہ اس سے دین کو بڑی تقویت ملتی۔

قبائل کے دوروں کی رُوداد

قبائلِ عرب سے ان ملاقاتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کے لوگوں سے سابقہ پیش آیا ۔ موسیٰ بن عُقبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ اکثر قبائل کا جواب یہ تھا کہ "آدمی کی قوم اُس کو زیادہ بہتر جانتی ہے ۔ کیا ایک ایسا شخص ہمارے لیے مفید ہوسکتا ہے جس نے خود اپنی قوم میں فساد ڈال دیا ہو اور اس کی قوم نے اُسے رد کر دیا ہو؟" مگر بعض قبائل نے صرف انکار پر اکتفا نہ کیا، بلکہ آپؐ سے بُری طرح پیش آئے ۔ ابن اسحاق کے حوالہ سے ابن جریر، ابنِ ہشام اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضوؐر کِندہ کے پڑاؤ پر گئے اور ان سے حمایت طلب کی، مگر انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ بنی عبداللہ (دیکھیے اُن قبائلِ کلب) سے ملے اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے باپ

کو بہت اچھا نام دیا ہے، تم میرا ساتھ دو، مگر انہوں نے بھی انکار کیا۔ بنی حنیفہ کے پاس تشریف لے گئے تو اُن کا جواب دوسرے سب قبائل سے زیادہ بدتر تھا۔

اِس عام برتاؤ کے علاوہ کچھ قبائل ایسے بھی تھے جن سے حضورؐ کی ملاقات کا بڑا دلچسپ حال محدثین اور مؤرخین نے نقل کیا ہے۔

بنی ہمدان کے ایک شخص کا تردّد امام احمد، حاکم اور دوسرے متعدد محدثین نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضورؐ یہ فرماتے ہوئے جا رہے تھے کہ "کیا کوئی ہے جو مجھے اپنے ساتھ اپنی قوم میں لے جائے؟" اتنے میں قبیلہ ہمدان کا ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور آپ کی بات قبول کر لی۔ پھر اُسے اندیشہ ہوا کہ شاید میری قوم میرا ساتھ نہ دے۔ اِس لیے وہ دوبارہ پلٹ کر آیا اور بولا کہ پہلے میں جا کر اپنی قوم سے بات کروں گا، اس کے بعد آئندہ سال زمانۂ حج میں آپ سے ملوں گا۔

بنی بکر بن وائل سے ملاقات حافظ ابونعیم اور یحییٰ بن سعید الاُموی نے کلبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضورؐ بنی بکر بن وائل کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے باتیں کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ تمہاری جنگی طاقت کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا ہم ایران کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ اُس کے مقابلے میں کسی کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا "ایک وقت آئے گا جب تم اُن کی منزلوں میں اُترو گے، اُن کی عورتوں سے نکاح کرو گے، ان کے بچوں کو غلام بناؤ گے۔" اس گفتگو کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے اور ابولہب وہاں پہنچ گیا۔ اُس نے ان لوگوں سے کہا "یہ شخص ہمارے ہاں بڑی شان رکھتا تھا، مگر اب اِس کا دماغ چل گیا ہے۔" اُنہوں نے جواب دیا "جب اُس نے ایرانیوں کا ذکر کیا تو ہم نے بھی یہی سمجھا تھا۔" اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس وقت کوئی عرب یہ تصور تک نہ کر سکتا تھا کہ کبھی ایران جیسی عظیم سلطنت پر عربوں کو ایسی فتح نصیب ہو سکتی ہے۔ اُن لوگوں کے نزدیک ایسی بات صرف ایک دیوانہ ہی کر سکتا تھا۔ لیکن اس گفتگو پر ۱۵-۱۶ برس ہی گذرے تھے کہ اُنہی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے وہی چیز دیکھ لی جس کے ذکر کو وہ دیوانگی سمجھتے تھے۔

بنی عامر بن صعصعہ سے ملاقات ابن اسحاق امام زُہری کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ بنی عامر بن صعصعہ کے پڑاؤ پر تشریف لے گئے اور اُن کے سامنے اپنی بات پیش کی۔ اُن میں سے ایک شخص بَیحرہ بن فراس نے کہا، "خدا کی قسم، اگر قریش کے اِس جوان کو میں اپنے ساتھ لے لوں تو اِس کے ذریعہ سے تمام عرب کو

کھا جاؤں گا"۔ پھر اُس نے حضورؐ سے کہا "اگر ہم آپؐ کے کام میں آپ کا ساتھ دیں اور اللہ آپ کو مخالفین پر غالب کر دے تو کیا آپ کے بعد حکومت ہماری ہو گی؟" حضورؐ نے فرمایا "یہ معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے گا حکومت عطا کر دے گا"۔ اس پر وہ بولا "تو کیا ہم آپ کی خاطر اپنے حلق عربوں کا نشانہ بننے کے لیے پیش کر دیں اور جب اللہ آپ کو غالب کر دے تو اقتدار ہماری جگہ دوسروں کو ملے؟ جائیے، ہمیں آپ کی کوئی ضرورت نہیں"۔ حج سے فارغ ہو کر جب یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے تو انہوں نے اپنے ایک شیخ کو، جو بڑھاپے کی وجہ سے حج اور دوسرے میلوں میں نہ جا سکتا تھا، سفر کے حالات سناتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ ہمارے پاس قریش میں سے بنی عبدالمطلب کا ایک نوجوان آیا تھا جو دعویٰ کرتا تھا کہ وہ نبی ہے، اور ہم سے کہہ رہا تھا کہ تم میری حمایت کرو اور مجھے اپنے علاقے میں لے چلو، مگر ہماری اُس سے یہ بات ہوئی اور ہم نے آخر کار اُسے یہ جواب دے کر واپس کر دیا۔ یہ سن کر اُس بوڑھے نے اپنا سر پکڑ لیا اور کہنے لگا "اے بنی عامر، کیا اِس کی کوئی تلافی ہو سکتی ہے؟ کیا یہ گیا ہوا موقع پھر ہاتھ آ سکتا ہے؟ اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کسی اسماعیلی نے ایسی بات جھوٹ گھڑ کر کبھی نہیں کہی ہے۔ یہ ضرور حق ہے۔ تمہاری عقل اُس وقت کہاں چلی گئی تھی؟"

بنی شیبان بن ثعلبہ سے ملاقات ابو نعیمؒ، حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہؓ بن عباس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے ساتھ منیٰ میں قبائل کے دَورے پر تھا۔ پھرتے پھراتے ہم ایک بڑی باوقار مجلس میں پہنچے جس کے مشائخ سب کے سب شاندار شخصیتوں کے مالک تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا "آپ کون لوگ ہیں؟" انہوں نے کہا "بنی شَیبان بن ثَعلبہ میں سے ہیں"۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اِن سے زیادہ معزز لوگ اور کہیں نہ ملیں گے"۔ اُس مجلس میں مَفروق بن عَمرو، ہانی بن قَبیصہ، مُثَنّٰی بن حارثہ اور نُعمان بن شَریک موجود تھے۔ ان میں سے مفروق حضرت ابوبکرؓ کے قریب بیٹھا تھا۔ اُس نے کہا "شاید آپ لوگ قریش میں سے ہیں"۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "غالباً آپ لوگ سن چکے ہوں گے کہ یہاں اللہ کے رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ وہ یہی ہیں"۔ مفروق نے کہا "ہاں، ہم تک یہ بات پہنچ چکی ہے"۔ پھر وہ حضورؐ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: "میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ شہادت دو کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور یہ کہ تم مجھے

اپنے ہاں پناہ دو اور میری مدد کرو تاکہ میں وہ فریضہ انجام دوں جو اللہ نے میرے سپرد کیا ہے، کیونکہ قریش نے اللہ کے کام کو روکنے کے لیے ایکا کرلیا ہے، اللہ کے رسول کو جھٹلایا ہے اور حق کے بجائے باطل پر مگن ہوگئے ہیں، حالانکہ اللہ لوگوں سے بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے"۔ مفروق نے عرض کیا "اے قریشی بھائی، آپ اور کس چیز کی دعوت دیتے ہیں"؟ حضورؐ نے آیت قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ .... ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (الانعام ۱۵۱ تا ۱۵۳) تلاوت فرمائی۔ مفروق نے کہا "اے قریشی بھائی، آپ اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ خدا کی قسم یہ اہلِ زمین کا کلام نہیں ہے۔ اگر ان کے کلام میں سے ہوتا تو ہم اُسے پہچان لیتے"۔ حضورؐ نے آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى .... (النحل۔ آیت ۹۰) سُنائی۔ مفروق نے عرض کیا "واللہ اے قریشی بھائی، آپ نے بہترین اخلاقی خوبیوں اور اعمال کی بھلائیوں کی طرف دعوت دی ہے۔ بڑی ہی بے عقل ہے وہ قوم جس نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کے خلاف ایکا کیا"۔ اس کے بعد مفروق نے ہانی بن قَبیصہ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہمارے شیخ اور مذہبی رہنما ہیں۔ ہانی نے کہا "اے قریشی بھائی، آپ کی بات میں نے سُنی اور اس کی تصدیق کی۔ لیکن ہمارا ایک ہی مجلس میں اپنا دین چھوڑ کر آپ کی پیروی اختیار کرلینا جلد بازی ہوگا۔ پیچھے ہماری قوم ہے جس کے مشورے اور رائے کے بغیر ہمارا کوئی بات طے کر کے اس پر مُسلّط کر دینا درست نہ ہوگا۔ ہم واپس جاتے ہیں، اور آپ بھی واپس جائیں، ہم بھی نتائج پر غور کریں گے اور آپ بھی دیکھیں کہ بات کہاں جاکر ٹھیرتی ہے"۔ یہ کہہ کر ہانی نے مُثنّٰی بن حارثہ کا حضورؐ سے تعارف کرایا اور کہا "یہ ہمارے شیخ اور جنگی سردار ہیں۔ مثنّٰی نے عرض کیا "اے قریشی بھائی، میں نے آپ کی بات سُنی اور اُسے پسند کیا۔ مگر میرا جواب بھی وہی ہے جو ہانی نے دیا ہے۔ ایک ہی مجلس میں ہمارا اپنے دین کو چھوڑ کر آپ کی پیروی اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہم ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں ہمیں دو رُکاوٹوں سے سابقہ درپیش ہے، ایک یمامہ ہے اور دوسری سماوہ[1]"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ دونوں رکاوٹیں کیسی ہیں"۔ مثنّٰی نے کہا "ایک تو پہاڑ اور زمین عرب ہے۔ اور دوسرا ایران کا علاقہ

---

[1] عراق کا وہ حصہ جو جزیرۃ العرب سے متصل ہے۔

اور کسریٰ کی نہریں۔ کسریٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ نہ ہم خود معمول کے خلاف کوئی نیا کام کریں گے اور نہ کسی ایسے کام کرنے والے کو اپنے ہاں جگہ دیں گے۔ آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں، شاید وہ بادشاہوں کو گوارا نہ ہو۔ جہاں تک بلادِ عرب کا تعلق ہے، اس میں تو ہمارا قصور مغفور اور عذر مقبول ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ عرب کے مقابلے میں ہم آپ کی حمایت کریں تو یہ ہم کر سکتے ہیں مگر فارس کے مقابلے میں یہ ہمارے بس کی بات نہیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم نے بُرا نہیں کیا اگر سچی بات کہہ دی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے دین کو لے کر جو شخص اُٹھتا ہے وہ کوئی استثناء نہیں کرتا بلکہ ہر جہت سے اس کی حمایت کرتا ہے"۔ پھر ارشاد ہوا "تم لوگ ذرا صبر کرو تو اللہ فارس والوں کا ملک و مال تمہیں عطا کر دے گا اور ان کی بیٹیوں کو تمہارے تصرف میں دے دے گا۔ کیا تم اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو گے؟"۔ نعمان بن شریک نے کہا "اے قریشی بھائی، یہ بات آپ کی ہم نے مانی"۔ اس کے بعد حضورؐ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا پڑھتے ہوئے اُٹھے اور حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہو گئے۔

بنی عَبْس سے ملاقات

واقدی نے عبداللہ بن وابصۃ العَبْسی سے اُن کے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہمارا قبیلہ بنی عَبْس مسجدِ خَیف کے پاس جَمْرَۃُ الاُولٰی کے قریب ٹھیرا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری قیام گاہوں کی طرف تشریف لائے۔ زیدؓ بن حارثہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ہمیں اپنی بات کی طرف دعوت دی اور ہم نے اسے قبول نہ کیا۔ اس سے پہلے بھی ہر حج کے زمانے میں آپ ہماری قیام گاہوں پر آتے رہے تھے اور ہم نے کبھی آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا تھا۔ اس مرتبہ جب آپ تشریف لائے تو مَیْسَرہ بن مَسْروق العَبْسی ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے کہا "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اِن کی تصدیق کریں اور انہیں اپنے ساتھ لے جا کر اپنے علاقے کی مرکزی جگہ میں رکھیں تو یہ مناسب رائے ہوگی، کیونکہ قسم بخدا ان کا کام غالب ہو کر رہے گا اور پوری طرح کامیاب ہوگا"۔ مگر قوم کے لوگوں نے کہا "چھوڑو بھی، ہمیں اس کام میں نہ ڈالو جس کا بوجھ سہارنا ہمارے بس میں نہیں ہے"۔ حضورؐ کو مَیْسَرہ کے بارے میں کچھ اُمید ہوئی اور آپ نے اس سے بات کی۔ اس نے کہا "آپ کا کلام کتنا اچھا اور روشن ہے، مگر میری قوم میری مخالفت کر رہی ہے۔ اگر وہی ساتھ نہ دے تو دوسرے لوگ تو پھر بھی بعید تر ہوں گے"۔ ایک مدتِ دراز کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر مَیْسَرہ آپ

سے ملے تو آپؐ نے انہیں پہچان لیا۔ انہوں نے عرض کیا "یا رسولؐ اللہ، جب پہلی مرتبہ آپ ہمارے پڑاؤ پر آئے مجھے اس وقت سے برابر آپ کی پیروی کا حریص رہا ہوں۔ مگر جو کچھ ہونا تھا سو ہوگیا۔ اب میں اتنی تاخیر کے بعد مسلمان ہو رہا ہوں۔"

اس طرح تمام قبائل عرب اُس نعمت سے محروم رہ گئے جو اپنے پاؤں چل کر اُن کے پاس آئی تھی، اور اہل مدینہ وہ خوش نصیب لوگ تھے جو خود اپنے پاؤں چل کر اُس کے پاس گئے اور اُسے پالیا۔ ہم ذرا پیچھے پلٹ کر یہ بتائیں گے کہ اس مبارک بستی کے لوگ کن وجوہ سے پہلے ہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے۔

اوس و خزرج کی ابتدائی تاریخ ۴۵۰ء یا ۴۵۱ء عیسوی میں سدِّ مارب کے پھٹنے سے جو سیلابِ عظیم یمن میں برپا ہوا تھا اس کی وجہ سے قوم سبا کا ایک شخص عَمرو بن عامر اپنے بال بچوں کو لے کر شمال کی طرف منتقل ہوگیا تھا۔ اس کے ایک بیٹے جُفْنَہ کی اولاد شام کے علاقے میں آباد ہوئی اور غسّان کے نام سے اس نے شہرت پائی۔ دوسرے بیٹے حارثہ نے حجاز کے پہاڑوں اور بحر احمر کے ساحل کے درمیان اُس طویل میدانی علاقہ میں سکونت اختیار کی جو تہامہ کہلاتا ہے۔ اس کی اولاد خُزاعَہ کے نام سے مشہور ہے۔ تیسرے بیٹے ثَعلَبہ کی اولاد میں ایک شخص حارثہ تھا جس کے دو بیٹے ایک ہی بیوی قَیلُہ کے بطن سے تھے، ایک کا نام اَوس تھا اور دوسرے کا خَزرَج۔ ان کی اولاد یثرب (مدینہ) میں جاکر آباد ہوئی جہاں پہلے سے یہودی قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ ایک مدت تک یہودیوں نے اَوس اور خزرج کی اولاد کو اصل شہر اور اس کی سرسبز و شاداب زمینوں میں نہ گھسنے دیا اور یہ لوگ اطراف کی بنجر زمینوں میں تنگی ترشی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے اپنے ہم نسب غسّانیوں سے مدد مانگی۔ وہ فوج لے کر آئے اور یہودیوں کو زبردستی شہر سے نکال کر اَوس و خزرج کو اُس پر قبضہ دلوایا۔ یہودیوں کے دو قبیلے، بنی قُرَیظَہ اور بنی نَضِیر اطرافِ شہر میں بسنے پر مجبور ہوئے، اور ایک قبیلے بنی قَینُقاع نے قبیلہ خزرج کی پناہ لے کر شہر کے ایک محلے میں سکونت اختیار کی۔ بنی قُرَیظَہ اور بنی نَضِیر نے جب دیکھا کہ ان کا حریف قبیلہ بنی قَینُقاع، خزرج کا حلیف بن گیا ہے، تو انہوں نے قبیلہ اَوس سے معاہدہ کر کے اُس کو اپنا حلیف بنا لیا۔ اس کے بعد اوس و خزرج پونے دو سو برس تک یہودیوں کے ساتھ ایک ہی شہر اور اس کے نواح میں آباد رہے۔ اس دوران میں یہ دونوں عرب قبیلے ہم نسب ہونے

سے باوجود، اور آپس میں شادی بیاہ کے رشتے ہونے کے باوجود، جاہلیت کی بنا پر خود بھی باہم لڑتے رہے اور یہودی قبیلے اپنے اپنے حلیف قبیلوں کو ایک دوسرے سے لڑاتے بھی رہے، کیونکہ ان کی آپس کی جنگ ہی میں وہ اپنی خیر دیکھتے تھے، اور ان کے اتحاد کو اپنے لیے موت کا پیغام سمجھتے تھے۔ اس طرح پونے دو صدیوں میں ان کے درمیان چھوٹی موٹی لڑائیوں کے علاوہ گیارہ خونریز معرکے برپا ہوئے جن میں آخری معرکہ یومِ بُعاث ہجرت سے صرف پانچ سال پہلے (۸ بعدِ بعثت مطابق ۶۱۸ء) میں پیش آیا تھا اور دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اس میں مارے گئے تھے۔[1] لیکن ان لڑائیوں بھڑائیوں کے باوجود اہلِ مدینہ پر یہودیوں کا مذہبی اثر اتنا زیادہ تھا کہ جس عورت کے بچے پیدا ہو کر مرجاتے وہ مَنّت مانتی تھی کہ اب جو بچہ پیدا ہوگا اُسے یہودی بناؤں گی۔ اِس صورتِ حال کا ذکر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے کیا ہے۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ابی حاتم، اور ابن حِبّان نے بھی اس کے متعلق متعدد روایات نقل کی ہیں جو ابن عباسؓ، مجاہد، سعید بن جُبیر، شَعبی اور حسن البصری وغیرہم سے مروی ہیں۔

اِس تاریخی پسِ منظر کے اثرات

یہ مختصر تاریخی حالات جو بیان کیے گئے ہیں، اُن کی وجہ سے اَوس و خزرج پر تین اہم اثرات مُترتّب ہوئے تھے جنہوں نے دوسرے تمام عرب قبائل کے برعکس اُن کو قبولِ اسلام کے لیے ذہنی طور پر پہلے ہی مستعد کر رکھا تھا، اور اس کا موقع سامنے آتے ہی انہی اسباب کی وجہ سے یہ لوگ اِس دین اور اس کے داعی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اِس طرح لپکے جیسے پیاسا پانی کی طرف لپکتا ہے۔

---

[1] ابن سعد کے بیان کے مطابق جنگ بُعاث ہجرت سے ۶ سال پہلے ہوئی تھی۔ بُعاث ایک مقام، یا گڑھی یا مزرعے کا نام تھا جو بنی قُریظہ کے قریب مدینے سے دو میل پر واقع تھا۔ جنگ میں ایک طرف قبیلہ اَوس تھا جس کا سردار حضرت اُسیدؓ بن حُضیر کا باپ حُضَیر تھا، اور بنی قُریظہ و بنی نَضیر اس کے ساتھ شریکِ جنگ تھے۔ دوسری طرف قبیلہ خزرج تھا جس کا رئیس عَمرو بن نعمان بَیاضی تھا اور یہودِ بنی قَینُقاع اس کے ساتھ تھے۔ اَوس کو لڑائی میں فتح حاصل ہوئی، مگر دونوں فریقوں کو اتنا نقصان پہنچا کہ ان کے سوچنے سمجھنے والے لوگ یہ محسوس کرنے لگے کہ اگر ہم اسی طرح ایک دوسرے کے دشمن رہے تو لڑتے لڑتے ختم ہو جائیں گے۔

ان میں سے پہلا اثر یہ تھا کہ ایک مدت دراز سے یہودیوں کے ساتھ میل جول اور ربط و ضبط رکھنے کے باعث اُن کے کان نبوت، وحی، کتاب، شریعت وغیرہ الفاظ اور ان کے معانی سے آشنا ہو چکے تھے، اس وجہ سے اُن کے لیے یہ چیزیں اتنی غیر مانوس نہ تھیں جتنی دوسرے اہلِ عرب کے لیے تھیں۔

دوسرا اثر یہ تھا جیسا کہ ابن ہشام اور طبری نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ اپنے ہمسایہ یہودیوں کی باتوں سے اُن کو اکثر یہ معلوم ہوتا رہتا تھا کہ یہ لوگ بڑی بے چینی کے ساتھ ایک نبی کی آمد کے منتظر ہیں جس کے آنے کی پیشین گوئیاں ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ وہ دُعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی سے وہ آئے تو غیر یہودی قوموں کا غلبہ مٹے اور ہمارے عروج کا دَور شروع ہو۔ خصوصیت کے ساتھ جب کبھی اَوس و خزرج کے ساتھ ان کی خصومت ہوتی تو وہ کہتے تھے کہ عنقریب ایک نبی آنے والا ہے، وہ جب آئے گا تو ہم اس کی پیروی کریں گے اور اس کے ساتھ ہو کر تم کو ایسا ماریں گے جیسے عاد و اِرَم مارے گئے تھے۔ قرآن مجید میں بھی اُن کی اِن باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (البقرہ - ۸۹)

اور اِس سے پہلے وہ خود کافروں کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دُعائیں مانگا کرتے تھے۔

یہودیوں کی ان باتوں سے اَوس و خزرج کے لوگوں میں یہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر وہ نبی آئے تو سب سے پہلے آگے بڑھ کر وہی اس کی پیروی اختیار کر لیں تاکہ یہودی ان پر سبقت نہ لے جانے پائیں۔

تیسرا اثر یہ تھا کہ اپنی تباہ کُن خانہ جنگی سے وہ بہت تنگ آئے ہوئے تھے اور کسی ایسی قیادت کے طلب گار تھے جو ان میں وحدت و اُخوّت پیدا کر دے۔ قرآن مجید میں اُن کی اِس حالت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔

اور تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے، اللہ نے اس سے تمہیں بچا لیا۔

(آل عمران - ۱۰۳)

اپنی اسی مصیبت کا علاج کرنے کے لیے اہلِ مدینہ یہاں تک تیار ہو گئے تھے کہ خزرج کے رئیس عبداللہ بن اُبَیّ کو اپنا بادشاہ بنالیں تاکہ ان کا باہمی کا تفرقہ مٹے اور ایک شخص کی ریاست پر وہ سب جمع ہو جائیں۔ ان حالات میں آخر کار وہ نعمت اُن کے سامنے آگئی جس کے درحقیقت وہ طلبگار تھے (ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۳۴)۔

اب ہم یہ بتائیں گے کہ اہلِ مدینہ کس طرح رفتہ رفتہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روشناس ہوئے۔

مدینے کے اوّلین شخص کی حضورؐ سے ملاقات

ابن ہشام اور طبری نے ابن اسحاق سے عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری کی یہ روایت نقل کی ہے کہ مدینے کے سب سے پہلے شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے وہ سُوَید بن صامت تھے۔ وہ لیاقت، بہادری، شعروسخن اور شرف ونسب کی بنا پر اپنی قوم میں کامل کہلاتے تھے۔ (ابن سعد نے تشریح کی ہے کہ جو شخص اپنی قوم میں باعزت اور صاحبِ عقل و رائے ہوتا، لکھنا پڑھنا بھی جانتا، تیر اندازی اور تیراکی میں بھی ماہر ہوتا، اُس کو جاہلیت کے زمانے میں "کامل" کہا جاتا تھا۔ طبقات، جلد سوم، صفحہ ۶۰۳)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی رشتہ داری بھی تھی۔ اُن کی ماں لیلیٰ بنت عمروؓ حضورؐ کے دادا کی والدہ سلمیٰ بنتِ عمروؓ کی سگی بہن تھیں۔ وہ حج یا عمرے کے لیے مکّے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قاعدے کے مطابق ان سے ملے اور ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کی۔ انھوں نے کہا شاید آپ کے پاس بھی وہی چیز ہے جو میرے پاس ہے۔ حضورؐ نے پوچھا آپ کے پاس کیا چیز ہے۔ انھوں نے کہا مَجلّۂ لُقمان، یعنی حکمتِ لُقمان۔ حضورؐ نے فرمایا وہ مجھے سُنایئے۔ انھوں نے اُسے پڑھ کر سُنایا۔ آپ نے فرمایا "یہ اچھا کلام ہے، مگر میرے پاس جو چیز ہے وہ اِس سے افضل ہے، وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے، وہ ہدایت اور نور ہے"۔ پھر حضورؐ نے ان کو قرآن سُنایا اور اسلام کی طرف دعوت دی۔ انھوں نے اس سے بُعد نہ کیا اور کہا کہ فی الواقع یہ اچھا کلام ہے۔ اس کے بعد وہ مدینے واپس گئے اور کچھ مدت بعد خزرج نے انھیں قتل کر دیا۔ یہ جنگ بُعاث سے پہلے کا واقعہ ہے[۱]۔ اُن کی قوم کا خیال تھا

---

[۱] بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے کہ سُوید کے قتل ہی پر جنگ بُعاث برپا ہوئی تھی۔

کہ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ بیہقی نے بھی اس قصے کو محمد بن اسحاق سے مختصراً نقل کیا ہے۔

مدینے کے ایک دوسرے وفد سے ملاقات

ابن ہشام اور طبری نے محمد بن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگ بُعاث سے پہلے، جبکہ اوس و خزرج کے درمیان عداوت کی آگ بھڑک اٹھنے کے لیے تیار تھی، اوس کی ایک شاخ بنی عبد الاشہل کا ایک وفد ابوالحیسر (یا ابوالحیسر) انس بن رافع کی قیادت میں مکے آیا تاکہ خزرج کے مقابلے میں قریش کو اپنا حلیف بنانے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی آمد کا علم ہوا تو آپ ان سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا "کیا تم اُس چیز سے بہتر چیز قبول کرنا پسند کرو گے جس کے لیے تم آئے ہو؟" انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "میں اللہ کی طرف سے اُس کے بندوں کی طرف بھیجا ہوا رسول ہوں۔ ان کو یہ دعوت دینے آیا ہوں کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور نہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرائیں۔ میرے اُوپر ایک کتاب نازل کی گئی ہے۔" پھر آپ نے اُن کو اسلام کی تعلیمات بتائیں اور قرآن سنایا۔ وفد میں ایک نوجوان ایاس بن مُعاذ بھی تھے۔ انہوں نے حضورؐ کی باتیں سن کر کہا "لوگو، واللہ یہ چیز اُس سے بہتر ہے جس کے لیے تم آئے ہو۔" مگر ابوالحیسر نے بَطحا کی مٹی اُٹھا کر اُن کے منہ پر ماری اور کہا "ہمیں ان باتوں سے معاف کرو، ہم کسی اور کام کے لیے آئے ہیں۔" ایاس چپ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر تشریف لے گئے۔ ان لوگوں کے مدینہ واپس جانے کے بعد جنگ بُعاث پیش آگئی۔ اور اس پر کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ایاس کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی موت کے وقت جو لوگ موجود تھے اُن کا بیان ہے کہ آخر وقت تک وہ ان کی زبان سے اللہ کی تہلیل و تکبیر اور حمد و تسبیح سنتے رہے۔ اس لیے ان کو اس امر میں کوئی شک نہ تھا کہ ایاس اُس مجلس سے اسلام قبول کر کے آئے تھے اور انہوں نے اسلام ہی پر جان دی۔

ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے اس واقعہ کی جو تفصیلات بیان کی ہیں اُن میں چند باتیں ابن اسحاق کے بیان سے زائد ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی عبد الاشہل کا یہ وفد مکہ میں عُتبہ بن ربیعہ کے پاس ٹھیرا تھا جس نے ان لوگوں کا بڑا اکرام و اعزاز کیا۔ مگر جب انہوں نے اس سے حلیفانہ معاہدے کی بات کی تو اُس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہمارا علاقہ آپ کے علاقے سے بہت دُور ہے۔ آپ کی طرف سے مدد کی درخواست آئے تو ہمارے پہنچتے پہنچتے دشمن اپنا کام کر جائے گا، اور یہی حال ہمارے

معلمے میں ہوگا۔ واقدی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب ایاس بن معاذ نے اسلام قبول کر لینے کا مشورہ دیا تو ابوالحیسر نے ان پر مٹی پھینکتے ہوئے کہا کہ ہم آئے تھے قریش کو اپنے دشمنوں کے خلاف حلیف بنانے کے لیے اور تم چاہتے ہو کہ ہم قریش کو بھی دشمن بنا کر واپس چلے جائیں۔ واقدی کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جن لوگوں نے مرتے وقت ایاس کو تسبیح و تہلیل کرتے سُنا تھا وہ محمدؐ بن مَسلَمہ، سلمہ بن سلامہ بن وَقش اور ابوالہیثم بن التیہان تھے۔

انصار کے اولین گروہ کا قبول اسلام اور پہلی بیعت عَقَبَہ

سنہ ۱۱ بعد بعثت (سنہ ۶۲۰ء) کے زمانۂ حج میں حضورؐ اپنے قاعدے کے مطابق قبائل عرب سے ملاقات کے لیے مِنیٰ کی طرف نکلے اور پھرتے پھراتے عَقَبَہ[1] کے قریب قبیلۂ خزرج کے ایک گروہ کے پاس پہنچے۔ ابن ہشام اور طَبَری نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ نے ان سے پوچھا "کون لوگ ہیں"؟ انہوں نے کہا "خزرج کے چند افراد ہیں"۔ فرمایا "کیا آپ لوگ بیٹھیں گے کہ میں آپ سے کچھ باتیں کروں؟" انہوں نے کہا ضرور۔ چنانچہ وہ حضورؐ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام ان کے سامنے پیش کیا اور انہیں قرآن سُنایا۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا "بھائیو، جان لو کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی آمد کے ڈراوے یہودی تمہیں دیا کرتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم پر سبقت لے جائیں"۔ چنانچہ پورے اطمینان کے ساتھ انہوں نے آپ کی دعوت قبول کر لی، آپ کی تصدیق کی اور اسلام جو آپ نے ان کے سامنے پیش فرمایا تھا اُس پر ایمان لے آئے۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ "ہم نے اپنی قوم کو اِس حالت میں چھوڑا ہے کہ کوئی قوم ایسی نہ ہوگی جس میں اُس سے زیادہ باہمی عداوت پائی جاتی ہو۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے اُن کو جمع کر دے۔ ہم اُن کے پاس واپس جاتے ہیں اور آپ کی طرف اُنہیں دعوت دیتے ہیں اور وہ دین اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں جو ہم نے قبول کیا ہے۔ اگر اللہ نے ان کو آپ پر جمع کر دیا تو کوئی شخص آپ سے زیادہ طاقت ور نہ ہوگا"۔ بعض روایات میں اِس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ بیعت کے بعد حضورؐ نے ان لوگوں سے فرمایا "کیا تم میری پشت پناہی کرو گے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچاؤں"؟ انہوں نے عرض کیا "یارسولؐ اللہ ابھی ہمارے

---

[1] عَقَبَہ گھاٹی کو کہتے ہیں۔ یہاں جس گھاٹی کا ذکر ہے وہ منیٰ کے علاقے میں مکّہ کے راستے پر واقع ہے۔

ہاں جنگ بعاث ہو چکی ہے۔ اس حالت میں اگر آپ تشریف لے گئے تو آپ پر لوگوں کا جمع ہونا مشکل ہوگا، فی الحال آپ ہمیں اپنے لوگوں کی طرف واپس جانے دیجیے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے باہمی تعلقات درست فرما دے اور ہم لوگوں کو اس چیز کی طرف دعوت دیں جس کی طرف آپ نے ہمیں دعوت دی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آپ پر جمع کر دے۔ پھر آپ سے زیادہ طاقت ور کوئی نہ ہوگا۔ اب ہم آئندہ سال آپ سے حج میں ملیں گے۔"

ابن اسحاق، شعبی اور زُہری رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ یہ چھ آدمی تھے۔ اور ابن سعد نے واقدی کا قول بھی یہی نقل کیا ہے کہ ان کی تعداد چھ تھی۔ ان کی فہرست یہ ہے۔

بنی مالک بن النجار میں سے: (۱) ابوامامہؓ اسعد بن زُرارہ (جاہلیت میں بھی توحید کے قائل اور بت پرستی کے مخالف تھے)۔

(۲) عوفؓ بن الحارث بن رفاعہ (ان کی ماں کا نام عفراء تھا)۔

بنی زُرَیق میں سے: (۳) رافعؓ بن مالک (جاہلیت کے زمانے میں یہ "کامل" کہلاتے تھے)۔

بنی سلمہ میں سے: (۴) قُطبہؓ بن عامر بن حدیدہ۔

بنی حرام بن کعب میں سے: (۵) عُقبہؓ بن عامر بن نابی۔

بنی عُبید بن عدی میں سے: (۶) جابرؓ بن عبداللہ بن رئاب۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ سیرت کا علم رکھنے والے بعض لوگوں نے جابرؓ بن رئاب کی جگہ حضرت عبادہ بن صامت کا نام لکھا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے اس پہلی بیعتِ عقبہ کے شرکاء کی تعداد آٹھ بیان کی ہے جن میں اسعد بن زُرارہ اور رافع بن مالک کے ساتھ انہوں نے معاذؓ بن عفراء، یزیدؓ بن ثعلبہ، ابوالہیثمؓ بن التیہان، اور عُویم بن ساعدہ کے نام شامل کیے ہیں، پھر ایک کمزور بیان کی حیثیت سے لکھا ہے "کہا جاتا ہے کہ ان میں عبادہؓ بن صامت اور ذکوانؓ بن عبدِ قیس بھی تھے"۔ لیکن اہل علم کی اکثریت نے محمد بن اسحاق کے بیان کو قبول کیا ہے، اور فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے اسی کو دوسرے بیانات پر مقدم رکھا ہے۔

ابن سعد نے واقدی کے اس قول کے علاوہ، جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں، اہل مدینہ کے قبولِ اسلام

کے بارے میں تین قول اور نقل کیے ہیں۔ (۱) سب سے پہلے اسعدؓ بن زُرارہ اور ذکوان بن عبد قیس جاہلیت کی رسم کے مطابق قومی مفاخرت کا مقابلہ کرنے کے لیے عُتبہ بن ربیعہ کے پاس مکّے گئے تھے، مگر قبل اس کے کہ عُتبہ سے ملتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سن کر آپ سے ملے اور مسلمان ہو گئے۔ پھر حضرت اسعدؓ نے مدینے جا کر ابو الہیثمؓ بن التَّیِّہان سے اسلام کا ذکر کیا اور انہوں نے بھی اسے قبول کر لیا۔ اس کے بعد وہ اُن چھ آدمیوں میں شامل ہوئے جو عَقَبہ کے مقام پر حضورؐ سے ملے تھے۔ (۲) سب سے پہلے رافع بن مالک الزُّرَقی اور مُعاذ بن عفراء عُمرے کے لیے مکّے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے حضورؐ کا ذکر سنا اور آپؐ سے ملاقات کر کے اسلام قبول کر لیا۔ (۳) منیٰ میں حضورؐ سے مدینے کے چھ آدمیوں کی نہیں بلکہ آٹھ آدمیوں کی ملاقات ہوئی تھی۔ یہ آٹھ آدمی وہی ہیں جن کے نام ہم نے موسیٰ بن عُقبہ کے حوالہ سے اُوپر درج کیے ہیں۔

مدینے سے دوسرے وفد کی حاضری اور دوسری بیعت عَقَبہ

ابن سعد اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عَقَبہ کے مقام پر اسلام قبول کرنے والے یہ اوّلین اصحاب جب مدینے واپس پہنچے تو انہوں نے وہاں اسلام کا چرچا شروع کیا یہاں تک کہ انصار کے محلّوں میں سے کوئی محلّہ ایسا باقی نہ رہا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ ہونے لگا ہو۔ پھر دوسرے سال (یعنی ۱۲ھ بعد بعثت میں) حج کے موقع پر مدینے کے بارہ آدمی حضورؐ سے اُسی عَقَبہ کے مقام پر ملے جہاں گذشتہ سال خزرج کے لوگوں کی ملاقات ہوئی تھی۔ ان میں پانچ آدمی تو وہی تھے جو پچھلے سال مسلمان ہوئے تھے (جابرؓ بن عبد اللہ بن رِئاب اِس سال نہیں آئے تھے)۔ باقی سات آدمیوں میں سے ۵ خزرج کے اور ۲ اَوس کے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:

خزرج کے بنی النجّار میں سے : (۱) مُعاذ بن الحارث بن رِفاعہ (عفراءؓ کے صاحبزادے)۔

" کے بنی زُریق میں سے : (۲) ذکوانؓ بن عبدِ قیس (ابن سعد اور ابن ہشام کا بیان ہے کہ یہ مدینے سے مکہ واپس آکر حضورؐ کے ساتھ ہی رہے اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کی)۔

" بنی عوف بن الخزرج میں سے : (۳) عُبادہؓ بن صامت۔

(۴) یزیدؓ بن ثعلبہ۔

بنی سالم بن عَوف بن خزرج میں سے :(۵) عباسؓ بن عُبادہ بن نَضلَہ (ابن اسحاق کا بیان ہے کہ یہ بھی حضوؐر کے ساتھ مکہ میں آکر رہے اور آپؐ کے ساتھ ہی ہجرت کی)۔

اَوس کے بنی عبدالاشہل میں سے: (۶) ابوالہیثمؓ بن التّیہان (یہ زمانۂ جاہلیت میں بھی توحید کے قائل اور بُت پرستی کے مخالف تھے)۔

" بنی عَمرو بن عَوف میں سے: (۷) عُوَیمؓ بن ساعِدہ۔

اِن لوگوں سے حضوؐر نے جو بیعت لی وہ بیعتِ نساء کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ اُس بیعت کے الفاظ سے بہت مشابہ ہے جو اِس واقعہ کے کئی سال بعد قرآن مجید، سورۂ ممتحنہ، آیت ۱۲ میں مسلمان عورتوں سے بیعت لینے کے لیے تجویز کیے گئے۔ ابن اسحاق نے حضرت عُبادہ بن صامت کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بات پر بیعت لی:

اَنْ لَّا نُشرِك بالله شيئًا، ولا نسرِق، ولا نزني، ولا نقتل اولادنا، ولا نأتي ببهتانٍ نفتريه بين ايدينا وارجلنا، ولا نعصيه في معروفٍ ونعطيه السمع والطاعة في العُسر واليُسر والمنشط والمكره واَثَرةٍ علينا وَاَن لا ننازع الامرَ اهلهٗ (زاد احمد في المسند: وان رأيت ان لك في الا حقًّا - وزاد البخاري، اِلَّا ان تروا كفرًا بواحًا) واَن نقول بالحق حيث كنّا، لا نخافُ لومةَ لائمٍ۔ ثم قال صلى الله عليه وسلم فان وفيتم فلكم الجنة ومن غشي من ذٰلك شيئًا كان امرُهٗ الى الله ان شاء عذّبه وان شاء عفا عنه (وفي روايةٍ، وان غشيتم من ذٰلك شيئًا فاُخذتم بحدّه في الدنيا فهو كفارة له، وان سُترتم عليه الى يوم القيٰمة فامركم الى الله عزوجل - ان شاء عذب وان شاء غفرَ")۔

" یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گے (یعنی کسی پر

جھوٹا الزام نہ لگائیں گے)، اور یہ کہ کسی امرِ معروف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گے، اور آپ کا حکم سنیں گے اور مانیں گے خواہ ہم خوش حال ہوں یا تنگ حال اور خواہ وہ حکم ہمیں گوارا ہو یا ناگوار اور خواہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے، اور ہم حکومت کے معاملہ میں اہلِ حکومت سے نزاع نہ کریں گے (مُسندِ احمد میں اضافہ ہے کہ "اگرچہ تم سمجھتے ہو کہ حکومت میں ہمارا حق ہے" اور بخاری میں یہ اضافہ ہے کہ "اِلاّ یہ کہ تم کھلا کھلا کفر دیکھو")، اور یہ کہ ہم جہاں اور جس حال میں بھی ہوں حق بات کہیں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ پس اگر تم نے اس عہد کو وفا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے، اور اگر کسی نے ممنوع کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے، چاہے عذاب دے، چاہے معاف فرمادے (ایک روایت میں ہے کہ "اگر تم نے ان ممنوع کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور پکڑے گئے اور دُنیا میں تم کو سزا دے دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہوگی، اور اگر قیامت تک تمہارے فعل پر پردہ پڑا رہ گیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ چاہے سزا دے چاہے معاف کردے")۔

اس حدیث کے مختلف اجزاء بخاری، کتاب الایمان، ابواب مناقب الانصار، کتاب الحدود، کتاب الفتن، کتاب الاحکام، اور مسلم، کتاب الحدود اور کتاب الامارۃ، اور مسند احمد مرویات عُبادہ بن صامت میں پائے جاتے ہیں۔ (باقی)